علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

مضمون	:	اسلامی فقہ
سطح	:	بی۔اے
کوڈ	:	464
مشق	:	01
سمسٹر	:	بہار 2025ء

سوال نمبر 1: نکاح کی شرعی حیثیت اور اس کے مقاصد بیان کریں۔ ولایتِ نکاح سے کیا مراد ہے؟ اسلامی قانون میں ولی کے نکاح میں کردار کی وضاحت کریں۔

جواب:

نکاح: نکاح کے لغوی معنی ملانا اور حقیقی معنی جماع کے ہیں۔ نکاح کو قرآن پاک میں حصن یعنی قلعہ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس سے مراد زمین کی عفت وعصمت کا تحفظ ہے۔ ''ہدایہ'' میں نکاح کی تعریف اس طرح کی گئی ہے۔ کہ نکاح ایک معاہدہ ہے جس کا مقصد جائز اولاد کا پیدا کرنا ہے۔ ''کنز الدقائق'' میں نکاح کو ایک ایسا معاہدہ کہا گیا ہے۔ جو عورت سے حصول تمتع کی خاطر مالک ہونے کے لیئے کیا جاتا ہے۔ یہی تعریف فتاوی عالمگیری میں بھی بیان کی گئی ہے۔ اس طرح ''شرح وقایہ'' میں بھی نکاح کو ایک ایسے معاہدے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس طرح ''شرح وقایہ'' میں بھی نکاح کو ایک ایسے معاہدے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ جو اس تمتع کے حلال ہونے کے واسطے جو مرد کو عورت سے حاصل ہوتا ہے۔ وجود میں آتا ہے۔ کتب فقہ میں نکاح کی جو تعریفیں کی گئی ہیں ان سب کا مجموعی مفہوم یہی ہے کہ نکاح ایک ایسا عقد ہے جس سے زوجین کے مابین باہمی فطری تعلق حلال ہوتا ہے۔ نوع انسانی کی حفاظت وترقی کا مقصد حاصل ہوتا ہے۔ اور ایک دوسرے کی قربت دونوں کے لیئے کشاکش حیات کی دشواریوں کو برداشت کرنے اور عملی زندگی کی زحمتوں کے بعد لطف و آسائش کے لمحات عطا کرنے کا باعث بنتا ہے۔ اس مفہوم کی وضاحت قرآن کریم میں ان لفاظ کے ساتھ کی گئی ہے۔

''ومن التہ ان خلق لن الفسکم ازواجا لتسکنوا ا الیھا و جعل بینکم مودۃ و رحمۃ ان فی ذالک لایت لقوم یتفکرون ''

ترجمہ: ''اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں۔ تاکہ ان کی طرف مائل ہو کر آرام حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی''۔ قرآن کریم کی اس آیت اور فقہا کی آراء کی روشنی میں ہم نکاح کی یہ تعریف کر سکتے ہیں۔ نکاح ایسا عقد ہے جس سے زوجین کے درمیان معاشرت و باہمی تعاون جائز ہو جاتا ہے۔ اور دونوں کو کچھ حقوق حاصل ہو جاتے ہیں۔ اور ان پر کچھ فرائض عائد ہو جاتے ہیں۔

ولایت نکاح کی اقسام: امام احمد اور امام شافعی رحمتہ اللہ کے نزدیک عورت اگر چہ بالغ ہو، اپنا نکاح خود منعقد نہیں کر سکتی، بلکہ اس کا قریب ترین رشتہ دار اس کی جانب سے اُس کا عقدِ نکاح کرے گا اور یہ قریب ترین رشتہ دار جو کہ عقد نکاح کے وقت موجود ہو وہ اس عورت کا ولی ہو گا۔ امام شافعی رحمتہ اللہ کی دلیل حضرت عائشہؓ سے مروی، رسول اللہ کی یہ حدیث ہے کہ آپؐ نے فرمایا:

"جو عورت بغیر ولی نکاح کرے اس کا نکاح باطل ہے، باطل ہے، باطل ہے۔"

اگر ایسے نکاح کے بعد شوہر قربت کر چکا ہو تو مہر دینا ہو گا جس عورت کا کوئی ولی نہ ہو حاکم وقت اس کا ولی ہو گا۔ امام ابو حنیفہ رحمتہ اللہ کے نزدیک عاقل، بالغ لڑکی اپنا نکاح خود کر سکتی ہے اگر اس عورت کا نکاح اس کا ولی کرا دے تو یہ مستحب ہو گا۔

ولایت کی قسمیں: ولایت کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ ولایت اختیار ۲۔ ولایت اجبار

ولایت اختیار عاقل، بالغ لڑکی پر ولی کا اختیار ہے جس کی امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک صورت یہ ہے کہ ولی کی اجازت کے بغیر عاقل بالغ لڑکی کا نکاح بھی درست نہیں ہے۔ بلکہ باطل ہے۔ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ ولایت مستحب کے درجے میں ہے۔ ولایت اختیار یہ کا ہونا پسندیدہ ہے۔ لیکن اگر کوئی بالغ لڑکی از خود نکاح کرے تو درست ہے اور نکاح ہو جائے گا۔ خواہ وہ باکرہ (کنواری) ہو یا ثیبہ (جو کم از کم ایک دفعہ اپنے شوہر کے ساتھ ہم بستر ہو چکی ہو) اس راس کے اولیاء کو اس پر اعتراض کا حق نہیں ہو گا ہاں اگر بالغ لڑکی اپنا نکاح غیر کفؤ میں ولی کی رضا مندی کے بغیر کرے تو امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ سے یہ قول مروی ہے اور فتویٰ بھی اسی پر ہے کہ اس کا نکاح درست نہیں ہے ایک قول یہ ہے کہ ولی کو اعتراض کا حق حاصل ہو گا وہ عدالت سے نکاح کی تفریق کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ البتہ اگر اس شوہر سے بچہ ہو گیا ہو یا کہ اب بچے کے حقوق کا تحفظ مقدم ہو گیا ہو۔ اگر عورت نے نکاح کفو میں کیا ہو لیکن اُس کا مہر مثل سے کم ہو تو ولی "مہر مثل" کا مطالبہ کر سکتا ہے۔ اگر شوہر قبول کرے تو درست ورنہ ولی کو عدالت میں مقدمہ دائر کرنے کا حق حاصل ہو گا۔ اگر ولی موجود نہ ہو تو کسی کو اعتراض کا حق نہیں ہے۔ خواہ اس نے غیر کفؤ میں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس، گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

نکاح کیا ہو یا مہر مثل سے کم مہر پر نکاح کیا ہے اس لیے کہ اس صورت میں بالغ لڑکی کو اپنے نکاح کا مکمل اختیار حاصل ہے۔اس مسئلے میں حنفی فقہاء کی دلیل قرآن کی یہ آیات ہیں۔

فان طلقها فلا تحل له من بعد حتى تنكح زوجا غيره ‘ فان طلقها فلا جناح عليهما ان يترا جعا ان ظنا ان يقيما حدود الله و تلك حدود الله يبينها لقوم يعلمون ہ(البقرہ۲:۲۳۰)

"پھر اگر شوہر (دوطلاقوں کے بعد تیسری) طلاق عورت کو دے دے تو اس کے بعد جب تک عورت کسی دوسرے شوہر سے نکاح نہ کرے۔اس (پہلے شوہر) پر حلال نہ ہوگی۔ہاں اگر دوسرا خاوند بھی طلاق دیدے اور عورت اور پہلا خاوند پھر ایک دوسرے کی طرف رجوع کر لیں تو ان پر کچھ گناہ نہیں۔شرطیکہ دونوں یقین کر لیں کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے اور اللہ کی حدیں ہیں۔ان کو وہ ان لوگوں کے لیے بیان فرمایا ہے جو علم رکھتے ہیں۔"

ولایت اجبار کا مطلب یہ ہے کہ ولی اپنے زیر ولایت افراد کا نکاح اس کی اجازت اور مرضی کے بغیر کردے چنانچہ ولی نابالغ لڑکے اور لڑکی اور مجنون وغیرہ کا نکاح بغیر ان کی رضامندی کے کر سکتا ہے۔

کفائتِ نکاح: اسلام میں عزت وعظمت کا معیار نہ نسبت ہے، نہ دولت ہے نہ پیشہ ہے، نہ کوئی نسب اشرف ہے، نہ کوئی نسب ارذل ہے، نہ دولت مندی شرافت کی دلیل ہے اور نہ غریبی ومفلسی، رذالت کو متلزم ہے۔کوئی پیشہ ذلیل نہیں ہے۔ہر پیشہ لائق تحسین ہے عزت وشرف کا معیار آدمی کا حسن عمل اور خوبی وکردار ہے جسے اسلام نے تقویٰ سے تعبیر فرمایا ہے۔

ان اكرم كم عند الله اتقا كم (المحجرات ۹۴:۱۳)

"تم میں سب سے زیادہ معزز شخص وہ ہے جو اللہ تعالیٰ سے زیادہ ڈرنے والا ہو"

لیکن چونکہ نکاح ایک ایسا معاہدہ ہے جس سے ایک نئے خاندان کی تشکیل ہوتی ہے۔مضبوط اور مستحکم خاندان مضبوط معاشرے کی تاسیس وتعمیر میں اہم کردار ادا کرتا ہے۔اس لیے اسلام نے تمام ایسی تدابیر اختیار کی ہیں جن سے خاندان میں باہمی الفت ومحبت فروغ پائے اور میاں بیوی کا ازدواجی تعلق کسی ناخوش گوار بات کا ہدف نہ بنے اس مقصد کے لیے میاں بیوی کا سماجی طور پر ہم پلہ ہونا بھی موزوں سمجھا گیا ہے۔

کفائت کے معنی: کفائت کے لفظی معنی ہمسری وبرابری" کے ہیں۔بالعموم ان دو اشخاص کو ایک دوسرے کا کفو کہا جاتا ہے۔جو مسلمان ہوں، ہم نسب ہوں، آزاد ہوں، نیز پیشہ، دیانت داری اور حال داری میں مساوی حیثیت کی یکسانیت کفائت کہلاتی ہے۔اس یکسانیت کا فائدہ یہ کہ ازدواجی زندگی کم سے کم مسائل سے دوچار ہوتی ہے۔جب کہ اس یکسانیت کے نہ ہونے کی صورت میں بہت سے معاشی اور سماجی مسائل ایسے پیدا ہوسکتے ہیں جو میاں بیوی میں اختلاف پیدا کر دیں اور ان کی زدواجی زندگی کے لیے خطرہ بن جائیں۔یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ کفائت اسے کہا جاتا ہے کہ مرد عورت کے ہمسر اور برابر ہو، یہ ضروری نہیں ہے۔کہ عورت مرد کے ہمسر اور برابر ہو۔بالفاظ دیگر کفائت کے اصول میں عورت کے حقوق کا تحفظ مطلوب ہے۔اس امر میں تمام ائمہ متفق ہیں کہ نکاح میں مردوں کا عورتوں کے لیے کفو ہونا معتبر ہے۔عورتوں کا مردوں کے لیے کفو ہونا ضروری نہیں کیوں کہ اگر عورت مرد کی کفو نہ بھی ہو تو زوجہ ہونے کے اسباب اپنے شوہر کی ہمسر سمجھی جائے گی۔

امور کفائت:

اسلام نسب آزادی

پیشہ دیانت مالداری

مالکی مسلک کے فقہاء کے نزدیک صرف دو امور میں مرد کا عورت کے ہمسر ہونا کافی ہے۔ایک دین داری اور دوسرے عیوب سے پاک ہونا جن کے سبب عورت کو نکاح فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہوجاتا ہے۔مثلاً برص، جنون، جزام وغیرہ۔امام مالک کے نزدیک نسب آزادی، پیشہ، یا مال وغیرہ غیر اعتباری چیزیں ہیں۔شافعی رحمتہ اللہ مسلک کے فقہاء کے نزدیک کفائت حسب ذیل چار چیزیں قابلِ اعتبار ہیں۔

نسب دین

آزادی پیشہ (صرفہ)

امام شافعیؒ دیانت کو کوئی علیحدہ امر کفائت قرار نہیں دیتے۔اس طرح مال کو بھی کیوں کہ ہر لحظہ کم وبیش ہونے والی شے ہے لیکن اصناف کے نزدیک امور کفائت اسلام، نسب، آزادی، پیشہ، دیانت داری اور مال ہیں۔

کفائت کا اعتبار نکاح کے وقت ہے: تمام ائمہ اس امر پر متفق ہیں کہ کفائت کا اعتبار نکاح کے وقت کیا جائے گا۔نکاح کے بعد اس کا ٹائم دینا معتبر نہیں۔چنانچہ یہ سوال کہ شوہر عورت کے ہمعصر اور برابر ہے یا نہیں۔اس کا فیصلہ اس وقت کے حالات وشواہد سے کیا جائے گا۔جب نکاح ہوا ہو۔اگر بعد میں عدم کفائت کے اسباب پیدا ہوئے ہوں تو عدم کفائت کی بناء پر نکاح فسخ نہیں ہوگا۔مثال کے طور پر نکاح کے وقت مرد نیک اور پرہیز گار تھا لیکن بعد میں فاسق وفاجر ہوگیا تو عدم کفائت کی بنا پر نکاح فسخ نہیں کرایا جا سکے گا۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

عدم کفائت پر اعتراض: امام ابوحنیفہؒ نے ایسے نکاح کو درست قرار دیا ہے جو بالغہ عورت نے غیر کفو میں کر لیا ہو۔ بعد میں امام ابو یوسفؒ و امام محمد رحیم اللہ نے بھی اسی قول کو اختیار کیا تھا۔ البتہ اگر کسی لڑکی نے غیر کفو میں اپنی مرضی سے نکاح کر لیا ہے تو اس کے اولیاء کو اس پر اعتراض کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ اور وہ عدالت سے رجوع کر کے نکاح کو فسخ کرا سکتے ہیں لیکن اگر لڑکی اور لڑکی کے تمام اولیاء کی رضا مندی سے غیر کفو میں نکاح ہوا ہے تو امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام مالکؒ بالاتفاق ایسے نکاح کو درست تسلیم کرتے ہیں۔ اس پر کسی کو اعتراض کرنے کا حق نہیں ہے۔ البتہ امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں کہ یہ نکاح باطل ہے۔ ایسا نکاح درست نہیں ہوسکتا۔ عدم کفائت کی بناء پر اگر عدالت نے زوجین میں تفریق کرا دی (اگر زوجین کم از کم ایک مرتبہ حق زوجیت ادا کر چکے یعنی ہم بستر ہو چکے ہوں) دخول نہ ہوا ہو تو نہ کوئی مہر واجب ہوگا اور نہ عدت۔ لیکن اگر دخول ہو گیا تو زوجہ مہر کی مستحق ہوگی اور عدت لازم ہوگی۔ نیز دوران عدت مرد پر نفقہ بھی واجب ہوگا۔

سوال نمبر 2 مہر کی تعریف کریں اور اس کی اقسام اور حکمت کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں بیان کریں۔

جواب: **مہر سے مراد:** ہر نکاح کے بعد مہر لازم ہے۔ حتی کہ اگر مہر کا ذکر نہ کیا جائے تب بھی مہر ادا کرنا ہوگا۔ نیز اگر اس شرط کے ساتھ نکاح کیا جائے کہ شوہر کے ذمے مہر نہیں ہوگا تو امام مالکؒ کے نزدیک نکاح ہی درست نہیں ہوگا۔ مگر امام ابوحنیفہؒ، امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک مہر کی ادائیگی کے ساتھ نکاح درست قرار پائے گا۔ بہر حال مہر کا ادا کرنا لازم ہے قرآن پاک میں ارشاد ہے: وا تو النساء صد قتھن نعمتہ (النساء۴:۴)

"اور عورتوں کے ان کے مہر بطور عطیہ بلا بدل دے دو"

اس کے بعد یہ کہا گیا:

"اور مذکورہ بالا عورتوں کے علاوہ باقی عورتیں تمہارے لیے حلال کی گئی ہیں کہ انہیں اپنے مال خرچ کر کے (مہر ادا کر کے) حاصل کرو پاکدامنی حاصل کرنے کے لیے شہوت رانی کے لیے نہیں۔ پھر جن عورتوں سے تم متمتع ہو چکے ہو انہیں ان کے مہر بطور فریضہ کے ادا کرو"۔ (النساء۴:۲۰)

ان آیات سے ظاہر ہے کہ مہر کی ادائیگی اور اس کا تقرر ضروری ہے۔ بہر حال یہ بات لازمی ہے کہ مہر مقرر کیا جائے۔ مقرر نہ بھی کیا جائے تو مہر دیا ضرور جائے۔ ایسی صورت میں مہر مثل واجب ہوگا۔

مہر کی مقدار: مہر کی کوئی مقدار نہیں ہے۔ زیادہ سے زیادہ مہر کتنا ہونا چاہیے۔ شریعت نے اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی ہے۔ ہر آدمی اپنی وسعت اور استطاعت کے مطابق مہر مقرر کر سکتا ہے۔ لیکن مہر کی اتنی مقدار یقیناً نہیں ہونی چاہیے جو آدمی کی استطاعت سے باہر ہو۔ کیونکہ مہر ادا کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا اتنا ہونا چاہیے جتنا کوئی ادا کر سکے۔ سورۃ النساء میں ہے:

و ان ارد تم استبدال ذوج مکان ذوج و ا تیتم احدھن قنطارا فلا تا خذو ا منہ شیاء اتا خذو نہ بھتنا و اثما مبینا ۃالنساء۴:۲۰"اور اگر تم ایک بیوی کی جگہ اسے بدل کر دوسری بیوی لانا چاہو اور تم نے ان میں سے ایک عورت کو پورا سونے کا ڈھیر دے دیا ہو تو اس میں سے کچھ بھی واپس نہ لو"

اس سے معلوم ہوا کہ زیادہ سے زیادہ کی حد کوئی متعین نہیں ہے۔ مہر میں سونے کا ایک ڈھیر بھی دیا جا سکتا ہے۔ جہاں کم سے کم کا تعلق ہے۔ قرآن حکیم نے اس کی بھی تعین نہیں فرمائی۔ قرآن کریم نے اتنا ہی بتایا ہے کہ

"اور مذکورہ بالا (محرمات) کے علاوہ باقی سب عورتیں تمہارے لیے حلال کر دی گئی ہیں۔ اپنے مال دے کر طالب کرو۔ پاک دامنی حاصل کرنے کے لیے شہوت رانی کے لیے نہیں۔ تو جن عورتوں سے تم فائدہ حاصل کرو اُن کو مہر جو مقرر کیا ہوا دا کرو" (النساء۴:۲۴)۔

لہٰذا اتنی مقدار ضروری ہونی چاہیے جسے مال کہا جا سکے۔ حضور اکرمؐ نے اپنے مبارک عہد میں کم سے کم دس درہم (اڑھائی تولہ چاندی) کو اس کا مصداق قرار دیا تھا۔ حضرت خدیجہؓ کا مہر بارہ اوقیہ (۹۱ تولہ اماالیہ، ۶ رتی) سونا تھا۔ حضرت عائشہؓ حضرت سودہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت زینبؓ، حضرت میمونہؓ، حضرت جویریہؓ میں سے ہر ایک کا مہر چار سو درہم تھا۔ اور حضرت ام حبیبہؓ کا حق مہر چار ہزار درہم تھا جو کہ حبشہ کے نجاشی نے اپنی طرف سے ادا کیا تھا۔ حنفی فقہاء نے مہر کی کم از کم مقدار دس درہم قرار دی ہے۔ اور اسے ضروری کہا ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ ہر وہ مقدار جو کسی چیز کی قیمت بن سکتی ہو مہر بھی بن سکتی ہے۔

مہر مثل: اگر نکاح کے وقت مہر مقرر نہیں کیا گیا یا نکاح اس شرط کے ساتھ کیا گیا تھا کہ شوہر کے ذمے مہر نہیں ہوگا تو وہ مہر ادا کرنا ضروری ہوگا۔ جو بیوی کے خاندان یعنی اُس کی بہنوں، پھوپھیوں اور چچا زاد بہنوں میں عام طور پر رائج ہو۔ اسے مہر مثل کہتے ہیں۔

نفقہ کے عدم وجوب کی صورتیں: نفقہ کے فقہی معنی شوہر کا اپنی بیوی کو کھانا، لباس، دوا، رہائش اور دیگر ضروریات زندگی فراہم کرنا ہے۔ قرآن وسنت کی رو سے بیوی کا نفقہ شوہر پر واجب ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے وعلی المولو د لہ رز قھن و کسو تھن با لمعروف

"جس کا بچہ ہے اس پر ان کی ماؤں کا رزق اور کپڑا معروف طریقہ کے مطابق لازم ہے"

نیز فرمایا: "ان کو (زمانہ عدت) اسی جگہ رکھو جہاں تم رہتے ہو۔ جیسی کچھ بھی جگہ تمہیں میسر ہو اور انہیں تنگ کرنے کے لیے ان کو نہ ستاؤ اور اگر حاملہ ہوں تو ان پر اس

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اسائنمنٹس/ مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

وقت تک خرچ کرتے رہو جب تک ان کا وضع حمل نہ ہو جائے۔ پھر اگر وہ بچے کو تمہارے کہنے سے دودھ پلائیں تو ان کو ان کی اجرت دو اور بچے کے بارے مین پسندیدہ طریقہ سے موافقت رکھو اور اگر باہم ضد اور نا اتفاقی کرو گے تو بچے کو اس کے بات کے کہنے سے کوئی اور عورت دودھ پلائے گی۔ خوشحال آدمی اپنی خوشحالی کے مطابق نفقہ دے اور جس کو رزق کم دیا گیا ہو وہ اسی حال میں سے خرچ کرے جو اللہ تعالیٰ نے اسے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جس کو جتنا کچھ دیا ہے اس سے زیادہ کا وہ اسے مکلّف نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ عنقریب تنگی کے بعد وسعت وکشادگی بخشے گا۔ (الطلاق: ۲۴-۴-۲)

رسول اللہؐ نے حجتہ الوداع کے موقع پر خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: "تمہارے اوپر معروف طریقے اور دستور کے مطابق تمہاری عورتوں کا رزق اور لباس لازم ہے۔"

نفقے کے لازم ہونے کا سبب: شوہر پر بیوی کے نان ونفقے کا سبب ازدواجی تعلقات ہیں۔ مگر محض نکاح سے نفقہ لازم نہیں ہوتا بلکہ نفقہ کے لیے بیوی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنا نفس شوہر کے حوالہ کردے۔ یعنی جب عورت مرد کی قید اختیار میں آجاتی ہے تو مرد کے ذمے نفقہ واجب ہو جاتا ہے۔ لیکن اس ضمن میں اصول یہ ہے کہ اگر مرد خود اپنی کسی مجبوری کی بنا پر عورت کو اپنے پاس نہ رکھ سکتا ہو۔ مثلاً حق زوجیت ادا کرنے کے قابل نہ ہو یا وہ اپنی خواہش سے عورت کو اپنے پاس نہ رکھے تو اس سے عورت کے حق نفقہ پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ شوہر پر لازم ہے کہ وہ اپنی زوجہ کے ساتھ معروف طریقے سے دستور کے مطابق پیش آئے۔ اور حسن سلوک کا ثبوت دے، اس کے آرام وآسائش اور نفقے کا خیال رکھے اگر کسی مرد کی ایک سے زائد بیویاں ہوں تو اسے چاہیے کہ منجملہ دیگر امور کے نفقہ کے معاملے میں بھی ان میں عدل ومساوات قائم کرے۔ باکرہ، ثیبہ، مسلمان یا کتابیہ میں کوئی فرق نہ کرے۔ اور ایک عورت کو دوسرے پر ترجیح نہ دے خواہ ان میں سے کوئی زوجہ صحت مند ہو یا بیمار، حائفہ ہو یا غیر حائفہ

شرائطِ وجوب: مرد پر حسب ذیل صورتوں میں اپنی زوجہ کا نفقہ واجب ہے۔

☆ جب نکاح درست ہو۔

☆ عورت نے خود کو مرد کے اختیار میں دے دیا ہو۔

☆ بیوی ہم بستری کے قابل ہو۔

☆ بیوی اپنے باپ کے گھر میں مقیم ہو اور شوہر بغیر کسی جائز وجہ کے اپنے گھر نہ بلاتا ہو۔

☆ عورت مہر معجّل کی عدم ادائیگی کی وجہ سے یا کسی دوسرے جائز سبب کی بناء پر شوہر کے گھر آنے سے انکاری ہو، خواہ ہم بستری ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔

نفقے کا عدم وجوب: حسبِ ذیل صورت میں شوہر پر بیوی کا نان ونفقہ واجب نہ ہوگا۔

☆ بیوی کم عمر ہو اور ہم بستری کے قابل نہ ہو، لیکن اگر بیوی پاگل ہو جائے یا اس قدر عمر رسیدہ ہو جائے کہ ہم بستری کے قابل نہ رہے تب بھی شوہر کے ذمہ نان ونفقہ واجب ہوگا۔

☆ بیوی اس قدر بیمار ہو کہ عقد نکاح کے بعد رخصت ہو کر شوہر کے گھر نہ آسکتی ہو۔ لیکن اگر شوہر کے گھر میں بیمار ہو تو نان نفقہ واجب ہوگا۔

☆ بیوی شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی حج کے لیے چلی جائے۔

☆ بیوی ملازم ہو اور شوہر کے منع کرنیکے باوجود گھر سے باہر رہتی ہو۔

☆ بیوی قید میں ہو۔ البتہ اگر شوہر قید کی سزا کاٹ رہا ہو تو اس کے سبب عورت اپنے نان ونفقے کے حق سے محروم نہ ہوگی۔

☆ بیوی ناشرہ ہو اور بغیر کسی شرعی عذر کے شوہر کی اجازت کے بغیر بیوی اس کے گھر سے نکل جائے یا اگر مکان بیوی کی ملکیت ہو تو اور وہ شوہر کو مکان میں داخل ہونے اور اپنے ساتھ رہنے سے منع کر دے۔ بیوی اگرچہ ناشرہ ہو مگر شوہر کے گھر میں رہتی ہو تو بغرض نفقہ ناشرہ نہیں کہلائے گی خواہ وہ مرد کو ہم بستر ہونے سے منع کرتی ہو۔

☆ بیوی کسی شرعی عذر کے بغیر شوہر سے علیحدہ رہے یا اس کے ساتھ دوسرے شہر جانے سے انکار کرے۔

☆ بیوی مرتد ہوگئی ہو۔

☆ شوہر کی وفات کی وجہ سے بیوی عدت گزار رہی ہو۔ البتہ اگر بیوی حاملہ ہو تو وضع حمل تک نان نفقہ لازم ہوگا۔

سوال نمبر 3: خلع سے کیا مراد ہے؟ اس کا طلاق سے فرق واضح کریں اور اس کے شرعی اصول بیان کریں۔

جواب: **خلع:** خلع کے معنی اتارنے یا نکالنے کے ہیں۔ قرآن کریم میں زوجین کو ایک دوسرے کا لباس کہا گیا ہے اس لحاظ سے خلع کا مفہوم یہ ہوا کہ اس لباس الفت ومودوت کو اتار دینا جو نکاح کی بناء پر دونوں نے پہنا تھا۔ فقہی اعتبار سے بیوی کی طرف سے شوہر کو مالی معاوضہ دے کر خلع کے الفاظ کے ساتھ اس سے رہائی حاصل کر لینا اور اس کے نکاح سے نکل جانے کا نام خلع ہے۔ واضح رہے کہ بعض لوگوں نے خلع کی تعریف اس طرح کی ہے کہ خلع مالی معاوضہ کا ایک معاملہ ہے جس سے عورت اپنے نفس کی مالک ہو جاتی ہے اور خاوند معاوضہ کا حق دار ہوتا ہے جو بیوی کی طرف سے ادا کیا جائے۔ خلع کے جواز کی یہ دلیل

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی، ایف اے اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

قرآن کریم کی یہ آیت ہے:

’’اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ زوجین اللہ تعالیٰ کی حدوں کو قائم نہ رکھ سکیں گے تو اگر بیوی کچھ بدلہ دے دے تو دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے۔‘‘

اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اگر شوہر اور بیوی میں ایسی بیزاری پیدا ہو جائے کہ باہمی الفت اور موافقت کے ساتھ ان کے لیے زندگی گزارنا مشکل ہو جائے تو عورت مرد کو معاوضہ دے کر خلع حاصل کر سکتی ہے مگر مرد کے لیے معاوضہ صرف اسی صورت میں لینا جائز ہو گا جب دونوں میں موافقت کی صورت ممکن نہ ہو اور اس بات کا اندیشہ ہو کہ زوجین باہمی معاشرت میں شدید مخالفت کے سبب احکام خداوندی کی پابندی نہ کر سکیں گے لیکن اگر مرد کی طرف سے زوجہ کے حقوق کی ادائیگی میں قصور پایا جائے تو مرد کے لیے معاوضہ لینا جائز نہیں ہو گا۔

رضاعت کی تعریف اور احکام: رضاعت کا مفہوم ماں کا اپنے بچہ کو دودھ پلانا ہے اس کا تعلق ایک اعتبار سے نان ونفقہ سے ہے۔ بچے کا نان ونفقہ اولاً باپ پر واجب ہے اس لیے باپ پر یہ بھی واجب ہے کہ وہ ایسے اسباب فراہم کرے جس سے بچے کی رضاعت کی ذمہ داری احسن طریقے پر پوری ہو سکے رضاعت کا ایک اہم پہلو یہ ہے کہ ایک معین عرصہ تک بچے کے لیے ماں کا دودھ ایک ناگزیر غذا ہے اور اس کی نشو ونما کے لیے موزوں ترین ہے اس اعتبار سے ماں پر بھی اپنے بچے کی رضاعت لازم ہے۔ امام مالکؒ کی رائے یہ ہے کہ اگر ماں کا تعلق ایسے طبقہ سے ہے جس کی عورتیں عموماً اپنے بچوں کو خود ہی دودھ پلاتی ہیں تو ماں پر بچے کو دودھ پلانا دیانتاً اور قضاءً دونوں طرح لازم ہے۔ مدت رضاعت امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک اڑھائی سال ہے امام محمد بن حسن، امام ابو یوسف اور امام شافعیؒ کے نزدیک دو سال ہے یہی جمہور فقہاء کا مسلک ہے امام ابوحنیفہ قرآن کریم کی ایک آیت سے استدلال فرماتے ہیں:

’’اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کی ہے۔ اس کی ماں نے اسے پیٹ میں بڑی تکلیف کے ساتھ اٹھائے رکھا ہے اور تکلیف کے ساتھ ہی وضع حمل کیا اور اس کا حمل اور دودھ چھڑانا پورے تیس مہینوں تک رہا، یہاں تک کہ جب خوب جوان ہوتا ہے اور چالیس سال کو پہنچ جاتا ہے تو کہتا ہے کہ اے میرے پروردگار مجھے توفیق دے کہ تو نے جو احسان مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کئے ہیں اُن کا شکر گزار رہوں اور یہ کہ نیک عمل کروں جن کو تُو پسند کرے اور میرے لیے میری اولاد میں اصلاح (تقویٰ) دے میں تیری طرف رجوع کرتا ہوں اور میں فرمانبرداروں میں ہوں۔‘‘

اس آیت میں دو باتوں یعنی حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت الگ الگ تیس مہینے بیان کی گئی ہے یعنی حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت ڈھائی سال اور دودھ پلانے کی بھی زیادہ سے زیادہ مدت اڑھائی سال بتائی گئی ہے۔

تعدداز دواج: اللہ سبحانہ نے انسان پر بڑا فضل فرمایا کہ مرد کو چار تک نکاح کرنے کی اجازت دی ہے بشرطیکہ مرد ایک سے زائد بیویوں کے درمیان عدل کر سکے اور نفقہ اور رہائش میں منصفانہ طرز عمل اختیار کر سکے۔

قرآن میں تعدداز دواج کی اجازت: قرآن کریم میں ارشاد ہے:

ترجمہ: ’’اور اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے تو پھر جو عورتیں تمہیں پسند ہوں ان سے نکاح کر لو، دو دو تین تین چار چار اور اگر تمہیں اندیشہ ہو کہ تم انصاف نہیں کر سکو گے، تو پھر ایک ہی عورت سے شادی کرو‘‘ (النساء)

قرآن کریم نے اس آیت میں ایک سے زائد شادیوں کی اجازت عدل کی شرط کے ساتھ دی ہے اور اس امر کی بھی وضاحت کر دی ہے کہ اگر آدمی عدل کرنے سے قاصر ہو تو اسے ایک بیوی پر اکتفا کرنا چاہیے۔ تعدداز دواج نہ تو واجب ہے اور نہ مستحب، بلکہ صرف جائز ہے اور اس کی متعدد حکمتیں اور معاشرتی تقاضے ہیں۔ جن سے اس مسئلہ میں صرف نظر نہیں کرنا چاہیے۔ اسلام تمام انسانیت کے لیے ایک جامع ہدایت اور مکمل ضابطہ حیات ہے یہ پیغام تمام انسانیت کے لیے ہے اور مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس پیغام ہدایت کو دنیا کے گوشے گوشے میں پہنچائیں اس اہم فریضے کی انجام دہی اسی وقت ممکن ہو سکتی ہے جب مسلمانوں کو ایسی مضبوط حکومت حاصل ہو جو علم، فوجی تجارت، تجارت زراعت اور صنعت و حرفت کی تمام صلاحیتوں سے بہرہ ور ہو۔ اس کا اقتدار مضبوط و مستحکم ہو اور اس کو برقرار رکھنے کی قدرت رکھتی ہو۔ نبی کریم ﷺ کے فرمان کے مطابق اسلام غلبہ اور اظہار کے لیے آیا ہے اسلام کا مزاج ہی رفعت و ترفع اور غلبہ اور ہمہ گیر ہے۔

’’اسلام سربلند ہے اس پر غالب آنے والی کوئی شے نہیں ہے‘‘

تعدداز دواج میں کئی حکمتیں ہیں۔ جن مین سب سے اہم کثرت قوم کی قوت وعظمت ہے۔ مضبوط وغلبہ رکھنے والی ریاست کے لیے کثرت افراد ناگزیر ہے افراد کی کثرت کیحصول کا جہاں ایک طریقہ دعوت و تبلیغ ہے وہاں اس کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اسلامی معاشرے میں مسلم افراد کی کثرت پیدائش ہے جس کا ذریعہ جہاں نوجوانوں کا نوعمری میں جلد نکاح ہے وہاں اس کا ایک اہم ذریعہ تعدداز دواج بھی ہے غیر مسلم اسلام کی قوت و توانائی سے خود اہم اسلام سے زیادہ آشنا ہیں اس لیے وہ مسلمانوں کی فکری اجتماعیت اور نظریاتی ہم آہنگی میں رخنے ڈالتے رہتے ہیں مسلمانوں کی آبادی میں اضافے کی رفتار اور ان کی نسل میں اضافہ اگر مسلمانوں میں عقیدہ اسلامی کے ساتھ یہ تینوں عوامل جمع ہو جائیں اور مسلمان اپنے علاقوں میں موجود قدرتی دولت سے پوری طرح مستفید ہو جائیں۔

آبادی میں عورتوں کا تناسب: انسانی معاشروں میں عورتوں کا تناسب مردوں سے زیادہ ہوتا ہے۔ تعدداز دواج کے علاوہ اس کا اور کوئی حل نہیں کیونکہ اگر تعدد از دواج کی اجازت نہ دی جائے تو معاشرے میں جن عورتوں کی تعداد زائد ہے وہ بغیر شوہروں کے رہ جائیں گی اور ان کی وجہ سے جہاں اخلاقی خرابی کا اندیشہ ہو گا۔ وہاں یہ امر تو یقینی ہو گا کہ وہ شوہر کے عدم تحفظ کی بنا پر محرومی میں مبتلا ہو جائیں گی۔ جس کی وجہ سے ان کے اعصاب متاثر ہو جائیں گے۔

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

مرد کی صلاحیت اولاد: مرد میں مردانگی صلاحیت عورت سے زیادہ ہے مرد بالغ ہونے سے لے کر عمر کے آخری حصے تک اولاد کی پیدائش کی صلاحیت کا حامل ہوتا ہے جب کہ عورت پنتالیس، پچاس سال کی عمر کو پہنچ کر بچے کی پیدائش کی صلاحیت سے محروم ہو جاتی ہے۔اسلام نے زنا کو حرام قرار دیا ہے ظاہر ہے کہ یہ حرمت کا حکم اسی وقت صادر ہو سکتا ہے جب ضرورت کے پورا کرنے کے جائز طریقے مہیا کر دیئے جائیں اور یہ طریقہ تعداد ازدواج ہی ہے۔

اسلام کی ابدیت وآفاقیت: اسلام ہر دور اور ہر دور کے تمام معاشروں کی ضروریات کا خیال رکھتا ہے خاص حالات ،مخصوص اقوام کے لیے تعداد ازدواج کی گنجائش رکھنا اسلام کا حکیمانہ اقدام ہے اور اسلام کی تعداد ازدواج کی رخصت کی بنا پر اسلامی معاشرہ بے شمار اجتماعی رذائیل سے منزہ اور اخلاقی نقائص سے پاک رہا ہے۔جب کہ وہ معاشرے جو یک زوجگی کے اصول پر عمل پیرا ہیں ان خرابیوں سے محفوظ نہیں رہ سکتے اور ان معاشروں میں اخلاقی برائیاں بکثرت موجود ہیں۔جنسی امراض عام ہیں۔حتیٰ کہ بعض علاقوں میں بدکار عورتوں کی تعداد شادی شدہ خواتین سے زئد ہے اسی طرح ناجائز بچون کی پیدائش کی شرح بھی بہت زیادہ ہے۔

سوال نمبر 4 طلاق کے بعد عدت کا تصور کیا ہے؟اس کی حکمت اور شرعی حیثیت کی وضاحت کریں۔

جواب۔

اسلام اخلاقی اعتبار سے استوار اور مضبوط معاشرے کے قیام کے لئے خاندان کی بقاء اور استحکام کو بہت اہمیت دیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسلامی قانون نے مرد و زن کے تعلقات میں کوئی رخنہ ایسا باقی نہ رہنے دیا۔جس سے خاندان منتشر ہو جائے۔اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہونے کا اندیشہ ہو۔جہاں میاں بیوی میں تعلقات کی خرابی کی صورت میں دونوں کے خاندان سے حکم مقرر کر کے صلح کی ایک موزوں برمحل اور موثر تدبیر ہے۔

حکم مقرر کرنے کا قرانی پس منظر

حکم مقرر کرنے کا بیان قران کریم میں آیا ہے۔قرآن کریم نے اس موضوع کو ایک خاص پس منظر میں بیان کیا ہے۔اور میاں بیوی کے خاندان میں سے حکم مقرر کرنے کا مرحلہ آنے سے پہلے میاں بیوی کی رنجش کو گھر کے اندر ہی دور کر لینے کی تدابیر بیان کی گئی ہیں۔مرد و عورت کی حیثیت اور ان کے فرائض کی جانب اشارہ بھی کیا گیا ہے۔

الرجال قومون على النساء بما فضل الله بعضهم علىٰ بعض وبمآ الفقو من اموالهم۔فا لصلحت قنتت حفظت للغيب بما حفظ الله ۔والتى تخافون نشورهن فعظوهن واهجرهن فى البضاجع واضربوهن ۔فان اطعنكم فلا تبغو عليهن سبيلا ۔ان الله كان علهيا كبيرا۔و ان خفتم شقاق بينهبا فا بعثو حكما من اهله و حكما من اهلها ين يريدآ اصلحًا يوفق الله بينهما ان الله كان عليما خبيرا۔(سورة النساء ۳۵)

مرد عورتوں پر قوام ہیں اس بنا پر کے اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔اس بناء پر کے مرد اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔پس جو صالح عورتیں ہیں وہ اطاعت شعار ہیں۔اور مردوں کے پیچھے ان کی حفاظت اور نگرانی میں ان کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں۔اور جن عورتوں سے تمھیں سرکشی کا اندیشہ ہوا نہیں سمجھاؤ خوابگاہوں میں ان سے علیحدہ رہو،اور مارو اور پھر اگر وہ تمہاری مطیع ہو جائیں تو خواہ مخواہ ان پر دست درازی کرنے کے لئے بہانے تلاش نہ کرو۔یقین رکھو کہ اوپر اللہ موجود ہے۔جو بڑا اور بالاتر ہے۔اور اگر تم لوگوں کو میاں اور بیوی کے تعلقات بگڑ جانے کا اندیشہ ہو تو ایک حکم مرد کے رشتے داروں اور ایک عورت کے رشتہ داروں میں سے مقرر کرو۔وہ دونوں اصلاح کرنا چاہیں گے تو اللہ ان دونوں کے درمیان موافقت کی صورت نکال دے گا۔اللہ سب کچھ جانتا ہے اور باخبر ہے۔

حقوق نسواں:

یہ سورت النساء کی آیات ہیں جن میں عورتوں کے حقوق کو بڑی وضاحت اور تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔اور عورتوں پر کی جانے والی تمام زیادتیوں کی تلافی کر کے جو اسلام سے قبل خواتین پر کی جا رہی تھیں۔انھیں جملہ حقوق عطا کئے گئے۔اگر ایک طرف ان پر مردوں اور اولاد کے کچھ حقوق عائد کئے گئے ہیں۔تو مردوں اور اولاد پر بھی خواتین کی بہت سی ذمہ داریاں اور فرائض عائد کر دئے گئے ہیں۔اور یہ عام ضابطہ مقرر کر دیا گیا۔

و بعولتهن احق بر دهن فى ذالك ين اردو ا اصلحا۔ولهن مثل لذى عليهن بلمعروف ولرجال عليهن درجة۔(البقره ۲۲۸)

اور ان کے خاوند اگر موافقت چاہیں تو اس مدت میں وہ ان کو اپنی زوجیت میں لینے کے زیادہ حقدار ہیں۔حسن معاشرت کے اصولوں کے تحت عورتوں ،مردوں کی ذمہ داری ایسے لازم ہیں جیسے مردوں کے حقوق عورتوں کے ذمہ ہیں۔

خاندانی نظام:

ہر ادارے اور ہر نظام کو چلانے کے لئے کسی کو مناسب فوقیت دی جاتی ہے تاکہ وہ ادارے کی تمام ذمہ داری سنبھال کر اسے موزوں طریقے پر چلا سکے ۔خاندان بھی ایک معاشرتی ادارہ اور ایک سماجی یونٹ ہے۔اسے خوش اسلوبی سے چلانے کے لئے ضروری ہے کے ایک مرد کو قدرے فوقیت دے کر انتظام کی اصل ذمہ داری اس کے سپرد کر دی جائے۔مرد جسمانی خصوصیات اور معاشرے میں اپنے دائرہ کار کے لحاظ سے اس ذمہ داری کو سنبھالنے کے لئے نسبتا زیادہ

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

03345504551
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

موذوں ہے۔اس لئے اسے خاندانی نظام میں سرپرست مقرر کیا گیا ہے۔مردوں کو خاندان میں یہ حقوق ملنا بچوں کی نشونما،ان کی کفالت اور تحفظ اور خود خواتین کی مصالح کی تکمیل کے لئے ضروری ہے۔مرد کی یہ بالادستی متبدرانہ اور آمرانہ نہیں ہے بلکہ مرد کو پابند کیا گیا ہے کہ اسے جو سرپرستی اور انتظام کا قدرے فائق اور بلند ترحق ملا ہے وہ اسے احکام شریعت اور معاشرے کے مروجہ اصولوں کے مطابق استعمال کرے۔چنانچہ ارشاد فرمایا کہ

واماشرھن بالمعروف۔(النساء۱۹)

عورتوں کے ساتھ حسن معاشرت اختیار کرو۔

ایک اور مقام پر یہ ہدایت دی گئی ہے کہ امور خانہ داری کے جملہ فرائض باہمی رضامندی اور مشورے سے انجام دیے جائیں۔مزکورہ آیات میں مرد کی قدرے فوقیت اور بالادستی کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے کہ اللہ نے دنیا کے تمام افراد میں ان کی صلاحیتوں اور ذہنی وجسمانی قوتوں کے لحاظ سے فرق اور امتیاز رکھا ہے۔اور بعض صلاحیتوں کی بنا پر ایک صنف کو دوسری صنف پر ترجیح دی گئی۔مزید مرآں معاشرتی نظام میں اکثری اصول کے تحت مرد کمانے والا فرد ہوتا ہے۔اور وہ اپنی کمائی عورتوں پر خرچ کرتا ہے۔لہٰذا مرد کی ترجیح کے دو پہلو پیدا ہو گئے۔ایک فطری دوسرا کسبی،ان دونوں پہلوؤں کی بنا پر مرد کو خاندان میں سرپرستی اور منتظم ہونے کی حیثیت عطا کر دی گئی۔نیز مرد کو جو یہ ترجیح اور تفوق دیا گیا ہے یہ اکثری اور مجموعی اصول کے تحت دیا گیا ہے۔ورنہ اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض خواتین اپنی ذہنی قدرتوں اور انتظامی صلاحیتوں میں بے شمار مردوں سے سبقت لے جاتی ہیں۔لیکن قانون ہمیشہ اکثریت کو مدنظر رکھ کر وضع کیا جاتا ہے۔

نیک عورتوں کا طرز عمل :

خاندانی نظام کے متعلق قران کے بیان کردہ اصولوں کی روشنی میں یہ ضروری ہے کہ جہاں مرد کسب معاش کی مساعی کرے۔گھر اور خاندان کہ چلانے کی ذمہ داریاں سنبھالے وہاں یہ لازم ہے کہ نیک اور پارسا خواتین قران کے بیان کردہ احکام پر مطمئن اور راضی ہو کر مردوں کی موجودگی میں اور ین کی غیر حاضری میں عزت ووقار اور مال ودولت کی حفاظت کرتی رہیں۔حدیث میں ہے کہ۔

بہترین عورت وہ ہے کہ جب تم اس کو دیکھو تو خوش ہو اور جب اس کو کوئی حکم دو تو اطاعت کرے اور جب تم غائب ہو تو اپنے نفس اور مال کی حفاظت کرے۔

بیوی کی طرف سے نافرمانی کا اظہار:

اگر بیوی کی طرف سے نافرمانی ظاہر ہو تو اس کی اصلاح کا پہلا درجہ یہ ہے کہ شوہر اسے نرمی سے سمجھائے۔اگر وہ باز نہ آئے تو دوسرا درجہ یہ ہے کہ شوہر اپنا بستر علیحدہ کرے۔اور اس کو اس کی خوابگاہ میں چھوڑ دے اور مکان علیحدہ نہ کرے کہ اس سے مزید رنجش بڑھنے کا اندیشہ ہے جو اس تنبیہ اور سرزنش سے باز نہ آئے تو اسے مارنے کیا جازت ہے مگر مارنے کی اجازت صرف ناگزیر حالات میں ہے۔اور یہ فعل مستحسن (پسندیدہ) نہیں ہے۔چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے

ولن یضرب حیار کم

تمھارے اچھے مرد مارنے کی سزا نہیں دیں گے۔

اصلاح کے تین طریقے:

۱۔نصیحت وفہمائش

۲۔بستر الگ کر دینا

۳۔مار ہ ضرب

ان تینوں طریقوں کے اختیار کرنے میں یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو ان پر گرفت کی راہیں تلاش نہ کرو۔

حاکمین کا تقرر:

اگر میاں بیوی کے مابین اختلاف اور رنجش اس قدر بڑھ جائے کہ ان خانگی اقدامات سے ان کا تدارک نہ ہو سکے تو ایسے موقع پر حکام وقت یا عدالت ان دونوں کے خاندان میں سے ایک ایک شخص کو حکم مقرر کر دیں۔یہ دونوں افراد خاندان کے ہی لوگ ہوں،صاحب علم اور نیک ہوں،ان دونوں کا مقصود میاں بیوی کی مصالحت اور اصلاح احوال ہو۔

ان یریدآ یصلًا حا یوفق اللہ بینھما(النساء۱۹)

اگر دونوں اصلاح چاہتے ہیں تو اللہ توفیق عطا فرمانے والا ہے۔

یعنی اگر یہ دونوں حکم اصلاح حال اور باہمی مصالحت کا ارادہ کریں گے۔تو اللہ ان کے کام میں امداد عطا فرما دیں گے۔اور میاں بیوی میں اتفاق کر دیں گے۔

مزکورہ بالا آیات سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔

اول:یہ کہ مصالحت کروانے والے دونوں حکام اگر دل سے چاہیں کہ باہم صلاح ہو جائے تو اللہ کی طرف سے ان کی غیبی امداد ہو گی۔کہ یہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے۔اور ان کے ذریعے اللہ دونوں میاں بیوی کے باہمی اتفاق ومحبت پیدا فرمادے گا۔اس کے نتیجے سے یہ بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ جہاں باہمی مصالحت پیدا نہیں ہوتی تو دونوں حکمین میں سے کسی ایک کی جانب سے اخلاص کے ساتھ صلاح جوئی میں کمی ہوتی ہے۔اس آیت سے دوسری بات یہ ثابت ہو رہی ہے ان

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام ، بی ایڈ، بی ایس ، ایم اے ، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی ،امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

0334-5504551 Download Free Assignments from solvedassignmentsaiou.com

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کیلئے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس ایم فل پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

دونوں کے حکمین کے بھیجنے کا مقصد میاں بیوی میں صلاح کرانا ہے۔حکمین کو بھیجنے کا اور کوئی مقصد نہیں۔یہ دوسری بات ہے کہ فریقین رضامند ہو کر انہیں دونوں حکمین کو اپنا نائب مختار یا ثالث بنالیں۔اور یہ تسلیم کرلیں کہ یہ دونوں مل کر جو فیصلہ کریں گے ہمیں منظور ہوگا۔اس صورت میں یہ دونوں کلی طور پر ان کے معاملے میں فیصلہ کرنے کے مجاز ہو جائیں گے۔دونوں طلاق پر متفق ہو جائیں تو طلاق ہو جائے گی۔دونوں مل کر خلع وغیرہ کی کوئی صورت طے کردیں تو فریقین کو ماننا پڑیگا۔صلح کرانے کے علاوہ کسی کو کوئی اختیار نہیں۔

حکمین کے فرائض:

حضرت اعلی کرم اللہ وجہہ کے سامنے ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔اس میں بھی اس کی شہادت موجود ہے کہ جب تک فریقین ان کو کلی اختیار نہ دے دیں یہ واقعہ سنن بیہقی میں بروایت عبیدہ سلمانی اس طرح مرکوز ہے۔

ایک مرد اور ایک عورت حضرت علی کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دونوں کے ساتھ بہت سی جماعتیں تھیں۔حضرت علی نے حکم دیا کہ ایک حکم مرد کے خاندان سے اور ایک عورت کے خاندان سے مقرر کریں۔جب یہ حکم تجویز کر دیئے گئے تو ان دونوں سے خطاب فرمایا تم جانتے ہو کہ تمھاری ذمہ داری کیا ہے اور تمھیں کیا کرنا ہے؟ سن لو اگر تم دونوں ان میاں بیوی کو یکجا رکھنے اور باہم مصالحت کرادینے پر متفق ہو جاؤ تو ایسا ہی کرلو۔اور اگر تم یہ سمجھو کہ ان دونوں میں مصالحت نہیں ہو سکتی یا قائم نہیں رہ سکتی۔اور تم دونوں کا اس پر اتفاق ہو جائے کہ ان میں جدائی ہی مصلحت ہے تو ایسا ہی کرلو۔یہ سن کر عورت بولی کہ مجھے منظور ہے۔یہ دونوں حکم قانون الہی کے موافق جو فاصلہ کردیں خواہ میری مرضی کے مطابق ہو یا خلاف ہو مجھے منظور ہے۔لیکن مرد نے کہا کہ میں جدائی اور طلاق میں کسی طور پر گوارہ نہ کروں گا البتہ حکم کو یہ اختیار دیتا ہوں کہ مجھ پر مالی تاوان جو چاہیں ڈال کر اس کو راضی کر دیں۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا نہیں تمھیں بھی ان حکمین کو ایسا اختیار دینا چاہیے جیسا عورت نے دیا ہے۔

اس واقعہ سے بعض مجتہدین نے یہ مسئلہ اخذ کیا ان حکمین کا با اختیار ہونا ضروری ہے۔جیسا کہ حضرت علی نے فریقین سے کہ کر انہیں با اختیار بنا دیا۔امام ابو حنیفہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا کہنا ہے کہ:

اگر ان حکمین کا با اختیار ہونا شریعت میں ثابت ہوتا تو حضرت علی کے اس ارشاد اور فریقین سے رضامندی حاصل کرنے کی کوئی ضرورت ہی نہ ہوتی۔فریقین کو رضامند کرنے کی کوشش خود اس کی دلیل ہے کہ یہ حکمین با اختیار نہیں ہوتے۔البتہ اگر میاں بیوی انہیں مختار بنا دیں تو با اختیار ہو جاتے ہیں۔

غرض امام ابو حنیفہ کی رائے یہ ہے کہ حکمین صرف مصالحت کے لئے مقرر ہوتے ہیں۔اور انہیں زوجین کے درمیان تفریق کرانے کا اختیار نہیں ہوتا۔الا یہ کہ میاں بیوی خود انہیں یہ اختیار دے کر اپنے درمیان وکیل مقرر کرلیں۔جبکہ امام مالک رحمۃ اللہ کی رائے یہ ہے کہ حکمین خود اس امر کے مجاز ہوتے ہیں کہ صلح ممکن ہو تو صلح کرادیں۔ورنہ دونوں کی تفریق یا شوہر کو بیوی سے معاوضہ دلا کر طلاق دلوائیں۔

تفریق بذریعہ لعان کا حکم: احناف کے نزدیک لعان قائم رہنے کی صورت میں تفریق بذریعہ لعان ایک طلاق بائن کے حکم میں داخل ہے۔لیکن ائمہ ثلاثہ کے نزدیک فسخ کے حکم میں ہے اور عورت پر عدت واجب ہوگی۔وہ نفقہ اور ممکن کی بھی مستحق ہوگی۔

لعان سے میاں بیوی کے درمیان علیحدگی کا بیان: لعان سے میاں بیوی کے درمیان علیحدگی ہو جانے کے بارے میں فقہا کے درمیان اختلاف رائے ہے۔حنفیہ اور حنابلہ کہتے ہیں کہ خاوند کے لعان کر لینے کے بعد عورت اس وقت تک شوہر کی زوجیت سے خارج نہیں ہوتی۔جب تک کہ حاکم علیحدگی کا حکم نامہ جاری نہ کرے۔اس حکم کے صادر ہونے سے پہلے ان میں علیحدگی نہیں ہوتی۔شافعیہ کہتے ہیں کہ لعان میں شہادت اور لعنت کے بعد شوہر کا بیوی پر حق زوجیت ختم ہو جاتا ہے۔اور وہ پھر کبھی اس پر حلال نہیں ہو سکتی خواہ اس نے یا بیوی نے لعان کیا ہو یا نہ کیا ہو۔اللہ کا ارشاد ہے۔

"ویدر و عنها العذاب ان لشهدا ربع شهدت با الله .انه لمن الكذبين o" (النور ۸)

ترجمہ: ''اور عورت کو سزا کی یہ بات ٹال سکتی ہے کہ وہ پہلے چار بار اللہ کی قسم کھائے کہ اس کا خاوند جھوٹ بولتا ہے۔''

یعنی عورت بھی اسی طرح پانچ بار حلفی شہادت مرد کی تکذیب میں دے تو وہ حد سے بچ جائے گی۔البتہ مرد پر حرام ہو جائے گی۔علاوہ ازیں لعان سے واقع ہونے والی تمام باتیں خاوند کے لعان کرنے سے واقع ہوتی ہیں۔اور اسی طرح لعان کے بچے سے انکار مقصود ہوتا ہے۔یعنی بچے کو خاوند سے منسوب کرنا یا نہ کرنے کا بارے میں خاوند ہی کے قول پر اعتبار کیا جائے گا۔نا کہ عورت کے قول پر۔

چنانچہ عورت اپنے لعان میں بچے کو خاوند کا ہی بتاتی ہے لیکن اس کو مانا نہیں جاتا اور بچے کے خاوند سے انکار کو معتبر قرار دیا جاتا ہے۔اور خاوند کے اس دعوے کے پیش نظر کہ بچہ اس کا نہیں ہے۔بیوی سے اس کی علیحدگی واجب ہو جاتی ہے۔کیونکہ اگر علیحدگی نہ کی جائے اور رشتہ زوجیت کو برقرار رکھا جائے تو بچے کی باپ سے نسبت کو منقطع نہیں کیا جاسکتا۔حضور ﷺ کا ارشاد ہے کہ اولاد بستر والے یعنی خاوند کی ہی ہے۔پس جب تک اس کی زوجیت باقی ہے بچے کو اس کی اولاد مانا جائے گا۔فقہائے ملکیہ ،امام لیث اور امام زفر کہتے ہیں کہ جب میاں بیوی دونوں لعان سے فارغ ہو جائیں تو قدرتی طور پر دونوں میں علیحدگی ہو جائے گی۔

0345-5045451
Download Free Assignments from
solvedassignmentsaiou.com

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

سوال نمبر5: اسلام میں طلاق کی شرعی حیثیت اور اس کے مختلف مراحل کی وضاحت کریں۔

جواب:

طلاق کی تقسیم دو طرح ہوتی ہے۔

1۔ بلحاظ کیفیت　　　　2۔ بلحاظ تاثیر

1) طلاق بلحاظ کیفیت: بلحاظ کیفیت طلاق کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔

ا۔ طلاق سنت یا مسنون طلاق　　　　۲۔ طلاق بدعت یا مسنون طلاق

2) طلاق بلحاظ تاثیر: بلحاظ تاثیر کی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ طلاق رجعی　　　　۲۔ طلاق بائن

اس کے بعد بائن طلاق کی بھی دو قسمیں ہیں۔

ا۔ طلاق بائن صغریٰ　　　　۲۔ طلاق بائن کبریٰ یا مغلظہ

طلاق کی تمام اقسام کی وضاحت درج ذیل ہے۔

طلاق کی اقسام بلحاظ کیفیت:

ا) طلاق سنت یا مسنون طلاق: طلاق سنت اس طلاق کو کہتے ہیں جو اس وقت اور اسی طرح دی جائے۔ جس طرح نبی ﷺ نے اس کی تعلیم دی ہے۔ جب میاں بیوی کی زندگی میں ایسا مرحلہ آجائے کہ ان کی باہم معاشرت ممکن نہ رہے۔ تو طلاق کا یہی طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ حنفی فقہاء کے نزدیک طلاق سنت کے بھی دو طریقے ہیں۔ اور ان کے اعتبار سے طلاق سنت کی دو اقسام ہیں۔

الف) طلاق احسن　　　　ب) طلاق حسن

الف) طلاق احسن: طلاق کی اس قسم کا تعلق اس کے وقت سے ہے۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ شوہر اپنی ایسی بیوی کو جس سے وہ ہم بستری کر چکا ہو۔ ایسے طہر پاکی کے زمانے میں جس میں شوہر نے نہ اپنی بیوی سے ہم بستری کی ہو اور نہ کوئی طلاق دی ہو، ایک رجعی طلاق دے پھر اس کو چھوڑ دے۔ یہاں تک کہ اس کی عدت گزر جائے یا اگر حاملہ ہو تو وضع حمل ہو جائے۔ طلاق احسن کی بنیاد ابراہیم نخعیؒ کی اس روایت پر ہے جس میں انہوں نے بیان کیا کہ صحابہ کرامؓ طلاق کے اس طریقے کو پسند فرماتے تھے۔ کہ بیوی کو ایک طلاق دے دی جائے اور اس کے بعد تین حیض گزر جائیں۔ امام احمدؒ نے الموطا میں لکھا ہے کے طلاق سنت یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو جب حیض سے پاک ہو جائے۔ اور اس دوران شوہر نے ہم بستری بھی نہ کی ہو طلاق دے دے۔

ب) طلاق حسن: حسن طلاق تعداد کے لحاظ سے سنت طلاق کی دوسری قسم ہے۔ حسن طلاق وہ طلاق کہلاتی ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو جس سے اس نے صحبت کی ہو، ایک رجعی طلاق دے دے۔ اس حساب سے تین طہر میں تین طلاقیں ہو جائیں۔

۲) طلاق بدعت: طلاق بدعت یہ ہے کہ یکبارگی دو یا تین طلاقیں دے۔ مثلاً یہ کہے کہ تجھے دو یا تین طلاقیں ہیں۔ یا دو بار اس طرح کہے کہ تجھے طلاق ہے، طلاق ہے۔ یا تین بار کہے کہ تجھے طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی۔ یا حیض کی حالت میں طلاق دی۔ یا اس پاکی کے زمانے میں طلاق دی، جس میں اس سے مباشرت کر چکا ہو۔ تو ان سب صورتوں میں طلاق تو پڑ جائے گی لیکن چونکہ اس نے طلاق دینے کا طریقہ غلط اختیار کیا اس لئے اس کو گناہ ہوگا۔ اور یہ طلاق غلط طریقے سے دینے کیا وجود پڑ جائے گی۔ اس لئے کہ ہر مرد کو تین طلاقیں دینے کا اختیار ہے۔ اب وہ اپنے اختیار کو صحیح طریقے پر استعمال کرے یا غلط طریقے پر اس کے عمل کا اثر تو بہر حال پڑنا ہی چاہیے۔ یہی جمہور امت اور ائمہ اربعہ کی رائے ہے۔ خود حضور ﷺ نے ایک مجلس میں دی گئی تین طلاق دو تین قرار دیا۔ (دار قطنی) اس کو حضرت عمرؓ نے قانونی حیثیت دے دی۔ اور کسی صحابی نے اس کی مخالفت نہیں کی۔ گویا اس پر اجماع ہو گیا۔

طلاق کے بعد رجوع۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: (اگر طلاق رجعی ہو تو) ان کے خاوند اس مدت (تین حیض) میں انہیں لوٹا لینے کا حق رکھتے ہیں، اگر ان کا ارادہ اصلاح کا ہو۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تھی اس وقت تک طلاق بائن نہیں تھی بلکہ سب طلاقیں رجعی تھیں، حتیٰ کہ اگر خاوند سو مرتبہ بھی طلاقیں دے دیتا تو پھر بھی اسے حق رجوع تھا۔ پھر شریعت میں یہ حکم نازل ہوا ''الطلاق مرتن'' اور رجوع کا حق دو طلاقوں تک محدود کر دیا گیا۔ اگر تین طلاقیں ہو جائیں تو شوہر کا حق رجعت ختم ہو جائے گا۔

Download Free Assignments from sovedassignmentsaiou.com 0334-5504551

میٹرک سے لیکر ایم اے، ایم ایس سی، ایم فل تک تمام کلاسز کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک، ایف اے، آئی کام، بی اے، بی کام، بی ایڈ، بی ایس، ایم اے، ایم ایڈ، ایم ایس سی، پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی اختیاری مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی کی تمام کلاسز کی حل شدہ اسائنمنٹس ،گیس پیپرز فری میں ہماری ویب سائٹ سے ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور آن لائن ایل ایم ایس کی مشقیں دستیاب ہیں۔

جس نے الطلاق مرتن کے تحت دومرتبہ طلاق دے دی تو اس کیلئے اب دو راستے ہیں فامساک بمعروف اوتسریح باحسان ترجمہ: اب یا تو بیوی کو اچھے طریقے سے روک لے یا بھلائی کے ساتھ اسے چھوڑ دے اسے پہلی طلاق کے بعد بھی رجوع کا حق ہے اور دوسری طلاق کے بعد بھی۔ اگر اس نے رجوع کر لیا تو سابقہ نکاح ہی پر رشتہ زوجیت بحال ہو جائیگا۔ ''احق بردھن'' یعنی شوہر اپنی عورتوں کو اپنی زوجیت میں واپس لینے کے زیادہ حق دار ہیں' جب تک عدت ختم نہ ہوئی ہو' خواہ عورت رضامند ہو یا نہ ہو۔ یعنی جس شوہر نے طلاق دی اسے اپنی بیوی سے مدت عدت میں رجوع کرنے کا پورا حق ہے اگر خاوند کا ارادہ اصلاح اور بھلائی کا ہے۔ طلاق کی اصلاح رجوع کرنے سے ہے۔ اگر اس کا ارادہ بھلائی اور اصلاح کا نہیں ہے تو پھر بیوی کو تنگ کرنے کیلئے رجوع مت کرے بلکہ تسریح باحسان کے تحت وہ اپنی بیوی کو چھوڑ دے تسریح کا معنی کھول دینے اور چھوڑ دینے کے ہیں اس میں یہ اشارہ ہے کہ تعلق زوجیت ختم کرنے کیلئے مزید کسی طلاق کی ضرورت نہیں ہے بغیر رحمت کے عدت گزرنے کے ساتھ ہی تعلق زوجیت از خود ختم ہو جائے گا۔

ترجمہ: جب تم عورتوں کو طلاق دے اور دو اور ان کی عدت پوری کرنے کو آئے تو یا انہیں بھلائی سے روک لو یا انہیں بھلائی سے الگ کر دو۔ انہیں تکلیف پہنچانے کی غرض سے ظلم کرنے کیلئے مت روکو جو ایسا کرے گا اس نے خود پر ظلم کیا اور اللہ کے احکام کو ہنسی کھیل مت بناؤ۔

اور فرمایا ترجمہ: پس جب یہ عورتیں اپنی عدت پوری کرنے کے قریب پہنچ جائیں تو انہیں یا تو دستور کے مطابق اپنے نکاح میں رکھو یا دستور کے مطابق انہیں الگ کر دو اور آپس میں سے دو عادل گواہ کر لو اور اللہ کی رضامندی کیلئے ٹھیک ٹھیک گواہی دو۔

اوپر یہ بیان کیا گیا تھا کہ دومرتبہ طلاقیں دینے کے بعد شوہروں کو دوران عدت رجوع کا حق ہے اگر ان کا ارادہ اصلاح اور بھلائی کا ہو۔ اب ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے شوہر کو رجوع کا حق ایک اور شرط کے ساتھ مباح قرار دیا ہے اور وہ معروف کی شرط ہے

ترجمہ: تو انہیں بھلے طریقے سے روک لو

رجوع کا مقصد عورت کو تکلیف اور نقصان پہنچانا اور اس پر ظلم کرنا نہ ہو جیسا کہ فرمایا

ترجمہ: انہیں تکلیف پہنچانے کی غرض سے ظلم کرنے کیلئے مت روکو

اس آیت کی تفسیر میں مسروقؒ حسنؒ مجاہدؒ قتادہؒ اور ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا کہ اس سے مراد رجوع کے ذریعہ عورت کی عدت کو طویل بنا دینا ہے اور وہ اس طرح کہ جب وہ انتہائے عدت کے قریب ہو تو رجوع کر کے پھر اسے طلاق دے دے اور وہ از سر نو عدت گزارے پھر جب وہ اختتام عدت کے قریب پہنچے تو پھر رجوع کر لے اگر شوہر اس طرح غیر معروف طریقے سے رجوع کرے تو وہ گناہ گار ہوگا۔

ترجمہ: جو ایسا کرے گا اس نے خود پر ظلم کیا

آیت ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ شوہر خواہ عورت کو تکلیف اور نقصان پہنچانے کی غرض سے رجوع کرے لیکن اس کا رجوع صحیح ہوگا البتہ قران ایسے شخص کو ایسا ظالم قرار دیتا ہے جس نے خود اپنے آپ ہی ظلم کیا ہے۔ ایسے رجوع سے منع کرتے ہوئے فرمایا گیا ہے۔

ترجمہ: اور اللہ کے احکام کو ہنسی کھیل مت بناؤ

آسان اکیڈمی 0334-5504551 Download Free Assignments from Solvedassignmentsaiou.com

میٹرک سے لیکر ایم اے ایم ایس سی ایم فل تک تمام کلاسز کی داخلوں سے لیکر ڈگری کے حصول تک کی تمام معلومات مفت میں حاصل کرنے کے لیے ہماری ویب سائٹ کا وزٹ کریں

میٹرک ایف اے آئی کام بی اے بی کام بی ایڈ بی ایس ایم اے ایم ایڈ ایم ایس سی پی ایچ ڈی کی اسائنمنٹس ویب سائٹ سے مفت میں ڈاؤن لوڈ کریں ہاتھ سے لکھی ہوئی اور ایل ایم ایس کی انفرادی امتحانی مشقوں کے لیے اکیڈمی کے نمبر پر رابطہ کریں

دنیا کی تمام یونیورسٹیز کے لیے انٹرن شپ رپورٹس، پروپوزل، پراجیکٹ اور تھیسز وغیرہ بھی آرڈر پر تیار کیے جاتے ہیں۔